www.rahimia.org

شریعت، طریقت اور اجتماعیت پر مبنی دینی شعور کا نقیب

ماہنامہ
رحیمیہ
لاہور

بانی: حضرت اقدس مولانا **شاہ سعید احمد** رائے پوریؒ
مسند نشین رابع خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور

مدیرِ اعلیٰ: حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری
جانشین حضرت اقدس رائے پوری رابعؒ

مجلس ادارت
سرپرست: ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن
صدر: مفتی عبدالمتین نعمانی
مدیر: محمد عباس شاد

نومبر 2017ء / صفر المظفر 1439ھ جلد نمبر 9، شمارہ نمبر 11 – قیمت: 20 روپے سالانہ ممبر شپ: 200 روپے – تین سالہ ممبر شپ: 500 روپے

حُسنِ ترتیب

- سورتِ فاتحہ کے مضامین کا خلاصہ (1)
- منفی گفتگو کے نتائج
- میرے وطن کی سیاست کا حال مت پوچھو!
- انسانی اعمال اور اَخلاق کا باہمی ربط
- حضرت بایزید بسطامیؒ کی مخلوق پر شفقت
- فکر نہ کریں؛ کچھ نہیں ہوگا
- دفاعی میزائل نظام ایس 400
- سعودی فرماں روا کا دورۂ ماسکو
- غلطیوں سے سیکھنا اور مستقبل کی سوچ رکھنا
- جھوٹ پر مبنی معاشرے کی تباہی
- حسد
- حضرت مولانا محمد الیاس میواتیؒ کا سانحۂ ارتحال
- امام العارفین حضرت مولانا عبدالقادر لدھیانویؒ
- حضرت اقدس آزاد رائے پوری کی معیت میں سفرِ حج
- 'اے خوشا حضرت سعید احمد حضور'
- دینی مسائل

ارشادِ گرامی

حضرت اقدس مولانا **شاہ عبدالقادر** رائے پوری قدس سرہ
مسند نشینِ ثانی
خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور

''تربیت مشکل بہت ہے۔ اگر بچپن سے اچھی تربیت میسر آجائے تو کام کچھ بھی دشوار نہیں۔ گویا اس طرح ہے جس طرح طبعاً بچپن سے لڑکپن اور دوسرے مراحلِ زندگی بے تکلف آجاتے ہیں، مگر تربیت کا فقدان حسبِ حیثیت مشکلات کا باعث ہوجاتا ہے۔ اور یہ فضلِ ایزدی ہے کہ ایک نیک کام کا دس گنا اور اس سے بھی زیادہ ثواب جو ملتا ہے، یا نیکیاں لکھی جاتی ہیں تو گویا وہ برائی جتنی راسخ ہوتی ہے، اس کے لیے جتنی عام قاعدے میں مشقت مطلوب تھی، اس سے دس گنا کم مشقت محض فضل سے کفایت کرے گی۔''

(۱۳/ صفر المظفر ۱۳۶۶ھ/ 7/ جنوری 1947ء، مقام: ڈھڈیاں)

(ارشادات حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری، ص 13-312، طبع: رحیمیہ مطبوعات، لاہور)

اِدارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور

رحیمیہ ہاؤس، 33/A، کوئینز روڈ (شارع فاطمہ جناح) لاہور
0092-42-36307714,36369089-www.rahimia.org
Email: info@rahimia.org

رحیمیہ کا انگلش ایڈیشن ہماری ویب سائٹ پر پڑھا جاسکتا ہے۔

رقومات کی ترسیل بنام ''ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ ٹرسٹ لاہور'' اکاؤنٹ نمبر **0010030341820010** **الائیڈ بینک** مزنگ چونگی برانچ لاہور، برانچ کوڈ **0533**

www.rahimia.org

درسِ قرآن

تفسیر: شیخ التفسیر حضرت مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری

سورتِ فاتحہ کے مضامین کا خلاصہ 1

اس سورتِ مبارکہ میں بیان کردہ اصولوں کا خلاصہ یہ ہے کہ اس میں اللہ کی چار صفات یعنی (۱) حمدِ الٰہی (۲) ربوبیتِ الٰہی (۳) رحمتِ الٰہی (۴) مالکیتِ الٰہی پر ایمان رکھتے ہوئے انعام یافتہ لوگوں کے سیدھے راستے پر چلنے کی دعا مانگی گئی ہے۔ امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے اللہ تعالیٰ کی ان صفات کو سامنے رکھتے ہوئے انسانیت کی ہدایت کے چند اساسی اصول متعین کیے ہیں۔ ان کا خلاصہ یہ ہے کہ:

1۔ "حمدِ الٰہی" کی روشنی میں چار کمالاتِ الٰہی (إبداع، خَلق، تدبیر، تدَلّی) کی بنیاد پر یہ اعتماد رکھنا ہے کہ یہ کائنات ایک عالم گیر اور با قاعدہ نظام کے تحت چل رہی ہے۔ اس کے طے کردہ امور میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی نہیں ہوتی، بلکہ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ قوانین وضوابط کے تحت ہی اس کائنات کا پورا نظام کام کر رہا ہے۔ کائنات کے بارے میں یہ تصور کہ وہ محض بخت و اتفاق اور بغیر کسی قاعدہ قانون کے چل رہی ہے، غلط ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرنا۔

2۔ "ربوبیّتِ الٰہی" پر اعتماد رکھتے ہوئے یہ یقین رکھنا کہ کائنات میں موجود تمام مخلوقات کو نقص سے نکال کر کمال تک پہنچانے اور ان کی احتیاجات کو پورا کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کا ایک تکوینی، طبعی اور فطری نظام کام کر رہا ہے۔ نیز اس **"تکوینی نظام"** کے ساتھ ساتھ ایک **"تشریعی نظام"** بھی اُن کی فطرت اور طبیعت کی تکمیل کے لیے ضروری ہے۔ یہ نظام بھی بھرپور طریقے سے کام کر رہا ہے۔ ہر دور کے نبیؑ اس تشریعی نظام کے تحت انسانیت کی رہنمائی کرتے ہیں۔ اِس دور میں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے ایک عالم گیر تشریعی نظام دیا ہے۔ وہ تمام انسانیت کی احتیاجات کی تسکین کا ایک عالمی سسٹم بیان کرتا ہے۔ اس اصول کا تقاضا ہے کہ کائنات کی نئی دریافتوں اور سائنسی ترقیات کو تکوینی نظام کا حصہ سمجھا جائے اور پھر انھیں رسول اللہ ﷺ کے وضع کردہ عدل وانصاف کے تشریعی نظام کے تحت انسانیت کے لیے زیادہ سے زیادہ مفید بنایا جائے۔

3۔ "رحیمیّتِ الٰہی" کی بنیاد پر یہ اعتماد رکھنا کہ مخلوقات میں بالعموم اور انسانیت میں بالخصوص اللہ تعالیٰ کی وسیع رحمت وشفقت کا ایک عالم گیر نظام کام کر رہا ہے۔ اس لیے انسانیت کے لیے جو بھی نظام بنایا جائے، وہ رحمت وشفقت اور مہربانی لیے ہوئے ہو۔ تشدد، آمریت، سختی اور بے جا تکلّفات کا حامل نہیں ہونا چاہیے۔

4۔ "مالکیّتِ الٰہی" کی اساس پر اللہ کے مقرر کردہ انصاف کے دن پر مکمل اعتماد رکھنا کہ صرف انسانیت ہی نہیں، بلکہ تمام مخلوقات کے لیے عدل وانصاف کا ایک عالم گیر نظام ہے۔ دنیا وآخرت میں اس کے مطابق فیصلہ ہونا ہے۔ لہٰذا عدل وانصاف کو انسانی سوسائٹی کی بنیادی قدر تسلیم کرتے ہوئے اجتماعی نظام پر مبنی کام سرانجام دینے چاہئیں۔ ظلم وستم کی سوچ، فکر اور نظام کو کسی بھی صورت میں قبول نہیں کرنا چاہیے۔ (جاری ہے۔۔)

درسِ حدیث

تشریح: مولانا ڈاکٹر محمد ناصر، جھنگ

منفی گفتگو کے نتائج

عن ابی هریرةؓ سمع رسولَ اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم یقول:
"إنَّ العبدَ لیتکلّم بالکلمة مایتبیّن فیها، یزِلُّ بها فی النّار أبعد ممّا بین المشرق." (صحیح بخاری، حدیث نمبر 2988)

(حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "بندہ ایک بات کہتا ہے اور اس کے نقصانات نہیں جانتا۔ اس کے سبب سے مشرق سے مغرب تک کے فاصلے سے بھی زیادہ دور تک آگ میں گرتا چلا جاتا ہے۔")

اس حدیثِ مبارکہ میں یہ بات سمجھائی گئی ہے کہ انسان کو اپنے نظریات کے اظہار اور دوسروں کے شخصی معاملات کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے احتیاط کا دامن تھامتے ہوئے درست طرزِ تکلم اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔ ورنہ غیر محتاط گفتگو اسے مصیبتوں میں مبتلا کر دے گی۔ یہ حدیث دو لحاظ سے قابلِ غور ہے: ایک کا تعلق انسان کے دینی اور عمومی افکار سے ہے اور دوسرا پہلو دوسروں کے شخصی معاملات کے حوالے سے ہے۔

انسان جو کچھ سوچتا اور ارادے بناتا ہے، زبان اس کے اظہار کا ذریعہ ہے۔ اس لیے انسان کو اپنے غور وفکر کے نتائج مرتب کرنے پر کڑی نگرانی قائم کرنے کی ضرورت ہے۔ انسان کو اپنے دینی اور اجتماعی افکار خوب جانچ پرکھ کر قائم کرنے چاہئیں۔ دینی سوچ اور اجتماعی افکار کو حقوق اللہ اور حقوق العباد کے اصول کے تحت خدا پرستی، انسان دوستی اور اخوت ومساوات کے اونچے تصورات کی روشنی میں مرتب کرنا چاہیے۔ ورنہ انسان معاشرے میں ظلم قائم کرنے یا ظلم کی معاونت کا باعث بنتا ہے۔ اس لیے یہ پہلو نہایت احتیاط طلب اور توجہ کا تقاضا کرتا ہے۔

دوسری بات یہ کہ جب انسان دوسروں کے بارے میں کچھ سوچتا اور خیال قائم کرتا ہے تو اس میں بے احتیاطی اور ذاتی خواہشات کے غلبے کی وجہ سے بعض اوقات غلط رائے قائم کر لیتا ہے۔ اور پھر اس کے اظہار میں جلد بازی بھی کرتا ہے۔ اس طرزِ عمل کے غلط نتائج مرتب ہوتے ہیں۔ یہ رویہ دوسرے انسان کی توہین، تذلیل یا اس کے کسی نقصان کا باعث بنتا ہے۔ یہ روِش خود انسان کے لیے وبالِ جان اور اللہ کے عذاب کا سبب بنتی ہے۔ اس لیے انسان کو ہمیشہ دو باتوں کو پیشِ نظر رکھنا چاہیے:

1۔ اپنی بات کے اظہار سے پہلے خوب غور کر لے کہ دُنیوی واُخروی لحاظ سے اس کے کیا نتائج مرتب ہو سکتے ہیں۔

2۔ اپنے اجتماعی افکار واعمال اور دوسروں کے شخصی معاملات میں دینی ہدایات اور عقلِ سلیم کو غالب کرے۔ جب انسان اپنے امور کی پرکھ اس طرح کرنا شروع کر دیتا ہے تو انسانی سوچ خود بہ خود بلند افکار، اَخلاقِ عالیہ اور انسانی شرف سے مزین ہو جاتی ہے اور اس میں غلطیوں کے امکانات کم ہو جاتے ہیں۔ و اللّٰه الموفِّق.

www.rahimia.org

اداریہ

میرے وطن کی سیاست کا حال مت پوچھو!

پاکستانی سیاست اپنی عمر کے اکہترویں سال سے گزر رہی ہے، لیکن ابھی تک اس کی کوئی کَل بھی سیدھی نہیں ہوئی۔ جو امراض اسے اوائل عمر میں لاحق ہوئے تھے، وہ نہ صرف جوں کے توں ہیں، بلکہ وہ پیچیدہ امراض کی شکل اختیار کر چکے ہیں۔ جن کا علاج روایتی طریقے سے ممکن نہیں رہا۔ قومی نظاموں کی ایسی ہی حالت کے لیے امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے "فکُّ کلِّ نظامٍ" (ہر فرسودہ نظام کو جڑ سے اُکھاڑ دیا جائے) کا نسخہ تجویز کیا تھا۔ پاکستانی سیاسی جوار بھاٹے میں وقفے وقفے سے ایسے طوفان اٹھتے رہتے ہیں، جس کے نتیجے میں ایسی فضا بنائی جاتی ہے، جس میں وقتی اور عارضی تبدیلیوں کو قوم کی اُمنگوں اور حقیقی انقلاب سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ جب کہ اس کے پس منظر میں وہی روایتی سیاسی عوامل کارفرما ہوتے ہیں اور سیاست دان اپنے اپنے مفادات، حالات اور اپنے وجود کو بچانے کے لیے اپنی پوزیشنیں بدلتے رہتے ہیں۔ اس تناظر میں حالیہ سیاسی حالات میں پاکستان کی سیاسی پارٹیوں اور ان کے سربراہوں کے بدلتے کرداروں کو سمجھا جا سکتا ہے۔

28/ جولائی 2017ء کو سپریم کورٹ آف پاکستان کے پانچ رُکنی بینچ نے اپنے فیصلے میں وزیر اعظم پاکستان کو نااہل قرار دیتے ہوئے اقتدار سے علاحدہ کر دیا تھا۔ یاد رہے کہ دسمبر 2015ء میں پاناما لیکس سامنے آنے کے بعد 3/ اپریل 2016ء کو پاکستانی وزیر اعظم اور اُن کے بچوں کے نام بھی پاناما آف شور کمپنیوں میں سامنے آئے تو حزبِ اختلاف کے سیاسی دھڑوں نے وزیر اعظم سے مستعفی ہونے کا مطالبہ کیا تو وزیر اعظم کے اتحادی سیاست دانوں نے خم ٹھوک کر حکومت مخالف حلقوں کو پیغام دیا کہ وزیر اعظم کو کوئی مستعفی ہونے پر مجبور نہیں کر سکتا۔ اور اسے اتحادی سیاسی عمل اور نظام کو بچانے کا نام دیتے رہے۔ مشترکہ جلسوں میں مخالف سیاسی قوتوں کو للکارنے کے ساتھ ساتھ بعض قومی سلامتی کے اداروں کو بھی تنقید کا نشانہ بنایا جاتا رہا۔

حکمران خاندان کے خلاف کیس میں سرتا پا رشوت اور بدعنوانی میں لتھڑی سیاست کے اَن داتا سیاست دانوں اور حکمرانوں کے کردار سے ان کا مقام متعین کیا جا سکتا ہے کہ کس طرح حکمران خاندان نے جھوٹی گواہیوں، من گھڑت دستاویزات، دھونس اور ڈھٹائی سے اپنا دفاع کرنا چاہا اور انھیں بیش تر اتحادیوں کی حمایت حاصل رہی ہے۔ لیکن جب حکمران خاندان غیر مؤثر ہو کر دیوار سے لگ گیا تو نہ صرف اتحادی، بلکہ حکمران پارٹی کے سیاست دانوں کے بیانات بھی بدلنے لگے۔ بیش تر حکومتوں کے اتحادی ایک مذہبی پارٹی کے سربراہ نے 9/ اپریل 2016ء کو پارلیمنٹ کے دروازے پر کھڑے ہوئے کہا کہ: "پاناما لیکس ایک عالمی سازش ہے۔ اور جے یو آئی پوری طرح وزیر اعظم کے ساتھ کھڑی ہے۔ اور میں مخالفین کو بتانا چاہتا ہوں کہ وزیر اعظم کا کوئی بال بھی بیکا نہیں کر سکتا۔" (روزنامہ "نوائے وقت" لاہور) اسی طرح 4/ مئی 2016ء کو اپنی مخالف صوبائی حکومت پر تنقید کرتے ہوئے بنوں میں وزیر اعظم پاکستان کے ساتھ ایک مشترکہ جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ: "چوہوں کو مارنے والوں نے پنجاب کے شیر کو للکارا ہے۔ چوہوں سے ڈرنے والے شیر کا مقابلہ کیا کریں گے؟" (روزنامہ "ایکسپریس" لاہور) جب کہ اس کے برعکس 20/ اکتوبر 2017ء کو چنیوٹ میں میڈیا سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ: "عدلیہ اور فوج پر تنقید سے غیر ملکی فائدہ اٹھا رہے ہیں"۔ "شریف فیملی کے خلاف احتساب کا عمل اداروں نے شروع کر رکھا ہے"۔ "احتساب کا عمل اگر شروع ہے تو اس سے گزرنا ہی پڑے گا۔" ع بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے

یہ بہ طور نمونہ ہے، ورنہ ہماری سیاست کے بیش تر کردار ایسے ہی ہیں کہ جب وہ اقتدار کی ڈوبتی کشتی کو دیکھتے ہیں تو اپنے ہی اتحادیوں کے خلاف آئین اور قانون کی حمایت کا سہارا لینا شروع کر دیتے ہیں۔ اپنے آپ کو لوہے کے چنے قرار دینے والے طاقت کے مرکز سے صلح کروانے والوں کی تلاش میں ہیں۔ گھونسلے بدلتے ان سیاسی پرندوں کو یقین ہوتا ہے کہ جب اقتدار کے پاؤں کے نیچے سے زمین سرکنا شروع ہو جائے تو اس نظام میں اقتدار کی ڈوبتی کشتی کو ساحل نصیب نہیں ہوتا۔ اس سے قبل 2015ء میں جب نیشنل ایکشن پلان لانچ کیا گیا تو اس وقت بھی "جہادی فلسفے" کی مبلغ جماعتوں کے "جہادی جذبات" جھاگ کی طرح بیٹھ گئے تھے۔

آخر کیا وجہ ہے کہ ہماری سیاست ایسے کرداروں سے کیوں خالی ہے کہ جو قوم وملت کی طرف سے عائد قرض کی ادائیگی کے لیے کچھ کر گزرے۔ دراصل ہماری خوف زدہ سیاسی قیادت قومی ویژن سے عاری اور اپنے پاؤں میں بہت سی بیڑیاں رکھتی ہے کہ جو لیڈر بیرونِ ملک اثاثوں، اقاموں اور مفادات کے اسیر ہوں، وہ کسی مشکل وقت میں قربانی سے زیادہ سمجھوتوں پر یقین رکھتے ہیں۔ ماضی قریب کے سیاسی بحرانوں میں یورپ اور خلیجی ممالک نے ہماری سیاسی قیادت کے درمیان جو کردار ادا کیا تھا، اس کے اثرات آج بھی ہماری اس سیاست پر محسوس کیے جا سکتے ہیں کہ معزول وزیر اعظم اپنے سابقہ سرپرستوں کی حمایت سے محروم ہونے کے سبب کوئی بھی کردار ادا کرنے سے قاصر ہیں۔

موجودہ صورتِ حال میں ایک حلقہ گرتے ہوئے مصنوعی سیاسی ڈھانچے کے دفاع میں رطب اللسان ہو جاتا ہے کہ یہ سارا عمل سیاسی عمل کو کمزور کر کے سیاسی قوتوں کے کردار کو مائنس کیا جا رہا ہے۔ اس سے ملک مزید بحرانوں کا شکار ہوگا۔ جب کہ دوسرا حلقہ قومی حکومت یا ٹیکنو کریٹ کی حکومت کو ہمارے مسائل کا واحد حل قرار دیتا نظر آتا ہے۔

دراصل یہ دونوں نقطہ ہائے نظر زمینی حقائق سے میل نہیں کھاتے۔ کیوں کہ اس ملک میں سرے سے کبھی کوئی آزاد سیاسی اور جمہوری عمل شروع ہی نہیں ہوا تو اس کو ختم کرنے کا کیا مطلب؟ جب کہ دوسری طرف سپر بیوروکریٹ جو میرٹ کو قتل کر کے سیاست دانوں کی کرپشن کے تحفظ کے ذمہ دار رہے ہیں، ان سے بھلا کیسے خیر کی امید کی جا سکتی ہے؟ ضرورت اس امر کی ہے کہ ایک آزاد قومی اور جمہوری پارٹی کے قیام کے بعد قومی جمہوری انقلاب کے ذریعے ایک آزاد سیاسی اور اقتصادی ڈھانچہ قائم کیا جائے، جو ہر طرح کے دباؤ سے آزاد، خوش حال اور قومی جمہوری معاشرے کی بنیاد رکھے۔ (مدیر)

www.rahimia.org

افکارِ امام شاہ ولی اللہ دھلویؒ

انسانی اعمال اور اَخلاق کا باہمی ربط

مترجم: مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری

برعظیم پاک و ہند کی عظیم ترین شخصیت حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے اٹھارہویں صدی عیسوی میں انقلابی افکار اور تعلیمات انسانیت کے سامنے پیش کیے ہیں۔ دوسرے ہجری ہزارے میں دینِ حق کی سچی تعلیمات پر مبنی اُن کے بیان فرمودہ افکارِ عالیہ آج بھی اپنے اندر تازگی رکھتے ہیں۔ یہ افکارِ عالیہ نئی سیاسی، سماجی اور معاشی تشکیل کے لیے بنیادی اہمیت رکھتے ہیں۔ مترجم

امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ "حُجّةُ اللّٰہ البالغہ" میں فرماتے ہیں:

"جاننا چاہیے کہ انسانی اعمال انسانی نفس کے اَخلاق و ملکات کے مظاہر اور اُن کی شرح وتفصیل ہوتے ہیں۔ (انسان کے یہ اَخلاق) اعمال کو حاصل کرنے کا ذریعہ ہوتے ہیں اور طبعی طور پر اُن کے ساتھ باہم متحد ہوتے ہیں۔ یعنی جمہور انسان اپنے نوعی اور طبیعی تقاضوں کی وَجہ سے ان اعمال کے ذریعے سے اپنے اَخلاق و ملکات کی نشان دہی کراتے ہیں۔

اس کا سبب یہ ہے کہ جب انسان میں (اس کی ملکیت یا بہیمیت کے منبع سے پیدا ہونے والا) ارادہ اور داعیہ اُسے کسی عمل پر اُبھارتا ہے اور اس کا نفس اس کی اطاعت اور فرماں برداری کرتا ہے تو اس میں خوشی اور انشراح کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ اگر اُسے اس خیال سے روکا جائے تو اُس کے نفس میں تنگی اور پریشانی محسوس ہوتی ہے۔ پھر جب وہ عمل کر لیتا ہے تو اُس ارادے کے پیچھے کارفرما ملکیت یا بہیمیت کا منبع مضبوط اور طاقت ور ہو جاتا ہے، جب کہ اُس کے بالمقابل (ملکیت یا بہیمیت کا منبع) کمزور اور پسپائی اختیار کرتا ہے۔ اسی کی طرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول میں اشارہ کیا گیا ہے: "نفس کسی چیز کی تمنا اور خواہش کرتا ہے اور اس کی شرم گاہ اس خیال کی تصدیق کرتی ہے یا اُسے جھٹلاتی ہے۔" (مشکوٰۃ، حدیث نمبر 86)

(اَخلاق واَعمال کا باہمی ربط) کوئی خُلق اور ملکہ تم ایسا نہیں دیکھو گے کہ اُس کی کوئی عملی شکل اور ہیئت نہ ہو۔ یہ عملی صورت اُس خُلق کی موجودگی کی نشان دہی کرتی ہے اور اُس عمل کے ذریعے سے ہی اُس خُلق کی تعبیر کی جاتی ہے۔ یہ عمل ہی اُس خُلق کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ چناں چہ جب کوئی انسان دوسرے انسان کی شجاعت کا وصف بیان کرے اور اُس سے اس کی حقیقت پوچھی جائے تو وہ بہادری سے متعلق طاقت اور قوت سے کیے جانے والے اعمال کے سوا اَور کچھ بیان نہیں کر سکتا۔ یا اگر سخاوت کے خُلق کا تذکرہ کیا جائے تو اُس کی عملی شکل مال و دولت کو خرچ کرنے کے علاوہ کسی اَور صورت میں بیان نہیں کی جا سکتی۔ اسی طرح اگر کوئی انسان اپنے ذہن میں بہادری اور سخاوت کی صورت بنانا چاہے تو اُسے ان اَخلاق سے متعلق اعمال ہی کی عملی صورتیں بنانے پر مجبور ہونا پڑتا ہے۔ ہاں! اگر کسی انسان کی وہ فطرت بگڑ جائے کہ جس پر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو پیدا کیا تو الگ بات ہے۔

(اعمال کی اہمیت) اگر کوئی آدمی یہ چاہتا ہے کہ وہ اپنے اندر نہ پائے جانے والے خُلق کو اپنے اندر پیدا کرے تو اُسے اُس خُلق سے متعلق اعمال اختیار کرنا ہوں گے۔ اُسے وہ کام کرنے ہوں گے جن سے یہ خُلق حاصل ہوتا ہے۔ نیز اُس خُلق کی حامل شخصیات کے واقعات اور قصے یاد کرنا ہوں گے۔ پھر اعمال ایسے منضبط امور میں سے ہیں جنھیں کرنے کے لیے اوقات مقرر کیے جا سکتے ہیں۔ انھیں دیکھا اور سمجھا جا سکتا ہے اور دوسروں کے سامنے مؤثر طور پر بیان کیا جا سکتا ہے۔ یہ اعمال ہی ہیں جنھیں انسان اپنے اختیار اور ارادے سے کرتا ہے اور ان کے کرنے یا نہ کرنے پر مواخذہ بھی کیا جا سکتا ہے۔

(اَخلاق اور اعمال کے لحاظ سے انسانوں کی قسمیں) تمام انسانی نفوس اپنے اعمال اور ان کے نتیجے میں پیدا ہونے والے اَخلاق و ملکات کو حاصل کرنے میں برابر نہیں ہوتے۔ (بلکہ اُن کی درجِ ذیل دو قسمیں ہیں:)

(1) ان میں بعض افراد کے نفوس طاقت ور ہوتے ہیں۔ ایسے افراد کے پیشِ نظر اعمال سے زیادہ اَخلاق اور ملکات کی اہمیت ہوتی ہے۔ ایسے افراد اپنے نفوس کے کمال کے لیے اَخلاق کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں، لیکن چوں کہ اَخلاق کے لیے اعمال ضروری ہوتے ہیں، اس لیے کہ وہ ان اَخلاق کا عملی نظام اور عملی صورت اختیار کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں پر اعمال کے اثرات، اَخلاق کے اثرات سے کمزور درجے کے ہوتے ہے۔ گویا کہ وہ ایسا آدمی ہے، جس کے خیال میں کسی کام کی (عملی صورت کے بجائے) اَخلاقی معنویت زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔ جیسا کہ ایک آدمی نے خواب دیکھا کہ وہ لوگوں کے منہ اور شرم گاہوں پر مہر لگا رہا ہے۔ (اس خواب کی تعبیر میں امام ابن سیرینؒ نے فرمایا کہ: "شاید تم مؤذن ہو جو رمضان المبارک میں وقت سے پہلے اذان دیتے ہو اور لوگوں کو سحری وغیرہ کھانے سے روک دیتے ہو۔")

(2) بعض انسانوں کے نفوس کمزور ہوتے ہیں۔ ایسے لوگ اپنے اعمال ہی کو اپنا کمال سمجھتے ہیں۔ اس لیے کہ ان کے نفس میں ان کے اعمال کے ذریعے اَخلاق و ملکات مستقل صورت اختیار نہیں کرتے۔ پس ان کے سامنے اعمال ہی کی اہمیت ہوتی ہے۔ ایسے لوگوں پر اُن کے ظاہری اعمال ہی کے نتائج ظاہر ہوتے ہیں۔ دنیا میں ایسے لوگ اکثریت میں ہیں۔ ان لوگوں کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ وہ ظاہری اعمال کی حدود و قیود کا لحاظ رکھیں۔ انھیں لوگوں کی وجہ سے کتبِ مقدسہ میں نیک اعمال کی عظمت بیان کی گئی ہے۔

(اجتماعی اعمال پر ملاءِ اعلیٰ کے اثرات) ایک خاص قسم کے اعمال ایسے ہیں جو ملاءِ اعلیٰ میں اپنا ایک مقام اور مستقر رکھتے ہیں۔ ایسے اعمال کا تعلق براہِ راست انسان کے اَخلاق اور نفسانی ملکات کے ساتھ نہیں ہوتا۔ انسان یہ اعمال ملاءِ اعلیٰ کے فرشتوں کے اثرات سے سرانجام دیتا ہے۔ پس جو آدمی اُن میں صالح اعمال کرتا ہے تو گویا وہ ملاءِ اعلیٰ کا تقرب اور اُن سے مشابہت اختیار کر لیتا ہے اور اُن کے نور کو اپنے اندر پیدا کرنا چاہتا ہے۔ اور اگر اعمال کی مخالفت کرتا ہے تو گناہ کا ارتکاب کر رہا ہے۔

ملاءِ اعلیٰ میں ان اعمال کے مقام پیدا کرنے کی درجِ ذیل وجوہات ہوتی ہیں:

(1) فرشتوں کو اُن کے باری تعالیٰ کی طرف سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانیت کی ترقی کا اجتماعی نظام فلاں اچھے اعمال کی ادائیگی اور فلاں بُرے اعمال کو چھوڑے بغیر نہیں ہو سکتی۔ اس طرح وہ اعمال ملاءِ اعلیٰ میں اپنا ایک مستقل مقام بنا لیتے ہیں۔ پھر وہاں سے دنیا میں شریعتوں کے ذریعے سے انسانوں پر نازل ہوتے ہیں۔

(2) ایسے انسانی نفوس (انبیاؑ اور مقربین) جنھوں نے دنیا میں انسانی اجتماعیت کے لیے اچھے اعمال اختیار کیے اور انھیں بڑی پابندی کے ساتھ کیا، وہ جب دنیا سے منتقل ہو کر ملاءِ اعلیٰ میں پہنچتے ہیں۔ ایسے حضرات اپنے کیے ہوئے اچھے اعمال کی اچھائی اور بُرے اعمال کی مخالفت کی طرف متوجہ رہتے ہیں اور اس پر بہت زمانے اور صدیاں گزر جاتی ہیں۔ اس طرح ان اعمال کی صورتیں ملاءِ اعلیٰ میں اپنا ایک مقام بنا لیتی ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ ایسی صورت میں یہ اعمال اُسی طرح مؤثر ہوتے ہیں جیسا کہ سلفِ صالحین سے منقول شدہ کسی خاص ہیئت اور حالت کے مطابق کیے گئے وظائف اور تعویذات کے اثرات ظاہر ہوا کرتے ہیں۔ واللہ اعلم!

(باب ارتباط الأعمال بالهيئات النّفسانية. المبحث الأوّل)

www.rahimia.org

حضرت بایزید بسطامیؒ کی مخلوق پر شفقت

مولانا مفتی عبدالقدیر، چشتیاں

اولیائے کرام لوگوں میں خداپرستی اور انسان دوستی کا سچا جذبہ پیدا کرتے ہیں اور خود بھی انسان دوستی سے بڑھ کر مخلوقِ خدا پر سراپا رحمت و شفقت ہوتے ہیں۔ حضرت بایزید طیفور بن عیسیٰ بسطامیؒ متوفی 261ھ/875ء (بسطام، ایران) ائمہ تصوف میں سے بلند مرتبہ بزرگ ہیں۔ ان کے علوم کی برکت اور فیض کا سلسلہ آج تک جاری ہے۔ درجِ ذیل واقعہ ان کی مخلوقِ خدا پر شفقت کے حوالے سے اس کی عملی مثال ہے۔

حضرت بایزید بسطامیؒ کا قصہ ہے کہ ان کی وفات کے بعد کسی نے ان کو خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ آپ کے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟ فرمایا: ''مجھ سے سوال ہوا تھا کہ ہمارے واسطے کیا لائے ہو؟ میں نے سوچا کہ اَور اعمال تو میرے ناقص ہیں، ان کا تو کیا نام لوں، البتہ میں مسلمان ہوں اور بحمد اللہ میری توحید کامل ہے، اس کو پیش کر دوں۔ چناں چہ میں نے عرض کیا کہ ''توحید لایا ہوں۔'' ارشاد ہوا: ''وہ دودھ والی رات بھی یاد نہیں رہی؟''

یہ دراصل ایک واقعہ کی طرف اشارہ تھا کہ ایک رات حضرت بایزید بسطامیؒ نے دودھ پیا تھا۔ اس کے بعد پیٹ میں درد ہو گیا تو آپؒ کے منہ سے نکل گیا کہ ''دودھ پینے سے پیٹ میں درد ہو گیا۔'' اس پر ان کا مواخذہ (پکڑ) ہوا کہ تم نے درد کو دودھ کی طرف منسوب کیا۔ کیا یہی توحید ہے، جس کو تم ہمارے واسطے لائے ہو کہ دودھ کی طرف درد کی نسبت کرتے ہو؟ حضرت بایزیدؒ یہ سن کر گھبرا گئے۔ ارشاد ہوا کہ: ہم تم کو ایسے عمل سے بخشتے ہیں، جس پر تمھارا گمان بھی نہ تھا کہ اس سے بخشش ہو جائے گی۔ وہ یہ کہ تم نے ایک رات ایک بلی کے بچے کو سردی میں اُکڑتے ہوئے دیکھا تھا۔ تم کو اس پر رحم آیا اور اپنے لحاف میں لا کر سلا لیا۔ اس بچے نے دعا کی: ''اے اللہ! اس کو ایسے ہی راحت دیجیے، جیسے اس نے مجھے راحت دی۔'' جاؤ! آج ہم تم کو اس بلی کے بچے کی دعا سے بخشتے ہیں۔ سارا تصوف گاؤ خورد ہو گیا۔ سارے مراقبے اور مجاہدے رکھے رہ گئے اور ایک بلی کے بچے کی سفارش سے بخشے گئے۔

اس واقعے سے یہ اسباق سیکھنے کو ملتے ہیں کہ:

1۔ حدیثِ پاک میں ہے کہ: ''اللہ تعالیٰ کا سب سے محبوب ترین بندہ وہ ہے جو مخلوق پر شفقت کرے۔'' (مشکوٰۃ) اللہ تعالیٰ نے حضرت بایزیدؒ کو اس طرف متوجہ کیا۔

2۔ اللہ تعالیٰ کو توحید اور عبادات کے نتیجے میں مخلوق؛ بالخصوص انسانوں پر رحمت و شفقت پسند ہے۔ چناں چہ امامِ انقلاب حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ فرماتے ہیں:

''خداپرستی کا لازمی نتیجہ انسان دوستی ہے۔''

3۔ اسباب پر نظر کے بجائے اسباب پیدا کرنے والے مؤثرِ حقیقی اللہ تعالیٰ پر نظر رہنی چاہیے۔ کیوں کہ اسباب تو محض علامات و آثار ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں سچا خداپرست اور انسان دوست بنائے۔ (آمین!)

محمد کاشف شریف، راولپنڈی

فکر نہ کریں؛ کچھ نہیں ہوگا

ہمارا یہ میڈیا بھی کمال کا ہے۔ ابھی چار ماہ قبل حکومت کی معاشی کارکردگی پر ڈھول پیٹ رہا تھا۔ ہمارے بڑے بڑے تجزیہ نگار پاکستان کی بین الاقوامی ریٹنگ کے درست ہونے اور سالانہ پیداوار میں اضافے پر بغلیں بجا رہے تھے، لیکن نہ جانے اب کیا ہوا ہے کہ ملک معاشی تباہی کے دھانے پر جا کھڑا ہوا ہے۔ بات تو درست کی جا رہی ہے کہ پاکستان کی ادائیگیوں کا توازن بگڑتے بگڑتے 12.1 ارب ڈالر تک جا پہنچا ہے۔ تجارت کا خسارہ 25 ارب ڈالر ہے۔ مارچ میں آئی ایم ایف کو 8 ارب ڈالر کی قسط واپس کرنی ہے وغیرہ۔ سوال کیا جاتا ہے کہ یہ سب کیسے ہوگا؟ اب کیا ہوگا؟ روپے کو ڈالر کے خلاف گرانا ہوگا، تاکہ برآمدات بڑھیں۔ حکومت کو سخت فیصلے کرنے ہوں گے، تاکہ مکمل تباہی سے بچا جائے۔ نئے قرضے کے لیے آئی ایم ایف سے بات کرنی ہوگی۔

دو قسم کی حکمتِ عملیوں پر کام کرنا ہوگا: ایک محدود مدتی اور دوسری طویل مدتی۔ محدود مدتی میں سخت فیصلے کرنے ہوں گے اور طویل مدتی میں معیشت کو مضبوط بنیادوں پر استوار کرنا ہوگا وغیرہ وغیرہ۔ محدود مدتی سخت فیصلوں میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ جہاں ورلڈ بینک کہتا ہے کہ پاکستان کو رواں مالی سال میں 31 ارب ڈالر کے بیرونی قرضے چاہئیں، جب کہ ہماری حکومت کمال مہارت سے کہتی ہے کہ نہیں! ہم یہ کام 18 ارب ڈالر میں ہی کر لیں گے۔ واہ! کیا سخت فیصلہ ہے۔ اب دھیرے دھیرے اس شور کی وجہ سامنے آنا شروع ہو جائے گی۔ سب سے پہلی وجہ تو مزید قرض لینے کے لیے ماحول بنانا ہے اور بین الاقوامی سرمایہ کاری بڑھانے والا محنت طلب کام نہیں کرنا۔ دوسرا برآمدات بڑھانے کے لیے روپے کی قدر کو گھٹانا ہے۔ دنیا کی دیگر اقوام سے تجارتی مراعات اور معاہدات نہیں کرنے۔ اور تیسرا درآمدات پر ڈیوٹی لگانی ہے، تاکہ درآمدات کم ہوں اور تجارتی خسارہ قابو میں آئے۔ لیکن مقامی صنعت کو اس قابل نہیں کرنا کہ وہ بین الاقوامی منڈی کا مقابلہ کر سکے وغیرہ وغیرہ۔ یہی وجہ ہے کہ 250 اشیا پر درآمدی ڈیوٹی لگا دی گئی ہے یا اُس میں اضافہ کر دیا گیا ہے۔ اس میں بڑی گاڑیوں کی مثال دے کر لوگوں کو مطمئن کیا جا رہا ہے لیکن ایسی اشیا جن کی بدولت کئی لوگوں کا روزگار چل رہا تھا، اُن کا ذکر تک نہیں کیا جاتا۔ اب قوم باقی سخت فیصلوں کا انتظار کرے، وہ سب بھی آئیں گے۔ ڈالر کی قیمت تو سب کو نظر آ جاتی ہے، اس لیے اُس سے چھیڑ خانی کم ہی کی جاتی ہے، لیکن اُس ہی ڈالر کی قیمت کو برقرار رکھنے کے لیے مزید کتنا قرض لے لیا جائے گا اور مستقبل کی نسلوں کو کتنا گروی رکھ دیا جائے گا؟ اس کا اب ہم اندازہ بھی نہیں کر سکتے۔ کیوں کہ عام عوام کی بلا سے انھیں کیا فرق پڑتا ہے۔ انھوں نے کون سا ڈالر میں چیزیں لینی ہیں۔ انھیں کون سا امپورٹڈ اشیا استعمال کرنی ہیں۔ انھیں کہاں کچھ باہر بھیجنا ہے۔ یہ حکومت کے کام ہیں، وہ جانے۔ عوام کو جب میڈیا نے بتایا کہ ملک ترقی کر رہا ہے، تب اور جب بتایا کہ تباہی کے دھانے پر کھڑا ہے اب، کچھ فرق نہیں پڑا۔ کیوں کہ پہلے بھی سمجھ نہیں آئی اور اب بھی۔ ہاں! زندگی گزارنا ضرور مشکل ہوتا جا رہا ہے۔ گویا انقلابی معاشی اقدامات کے ثمرات سمیٹنے کا وقت آن پہنچا۔

www.rahimia.org

عالمی منظر نامہ

مرزا محمد رمضان، راولپنڈی

دفاعی میزائل نظام ایس400

سعودی فرماں رواشاہ سلمان بن عبدالعزیز کا دورۂ ماسکو

4/ اکتوبر 2017ء بروز بدھ کو سعودی فرماں روا دوروزہ سرکاری دورے پر جب ماسکو پہنچے تو ان کا بڑا پُر تپاک استقبال کیا گیا۔ کسی بھی سعودی حکمران کا یہ روس کا پہلا دورہ تھا۔ دورے کا دورانیہ تو دوروزہ یعنی 4/ تا 5/ اکتوبر تھا، لیکن شاہ سلمان بن عبدالعزیز 7/ اکتوبر تک ماسکو میں قیام پذیر رہے۔

ریاض سے ماسکو کا ہوائی فاصلہ 3 ہزار 5 سو 30 کلومیٹر پر مشتمل ہے، لیکن پروازوں کے مسلسل نہ ہونے کی وجہ سے یہ مسافت حالیہ سعودی فرماں روا نے 10 گھنٹے 10 منٹ میں طے کرلی، جب کہ عام ہوائی جہاز راں ادارے یہ سفر بہ مشکل 15 تا 30 گھنٹوں میں مکمل کرتے ہیں۔ دارالحکومت ریاض نے یہ مسافت لگ بھگ ایک صدی میں طے کی ہے۔ عالمی اخبارات کے نمائندوں کے مطابق ریاض اور ماسکو کے مابین اربوں ڈالر کے 10 سمجھوتوں پر دستخط ہوئے۔ روس' شام میں 2015ء سے حکومت مخالف گروپوں کے خلاف برسرِ پیکار ہے۔ روسی ٹیکنالوجی کا شاہکار دفاعی میزائل نظام ایس400 نے امریکی ٹیکنالوجی اور اس کی نام نہاد عالمی بالادستی کا پول کھول کر رکھ دیا ہے۔ دنیا میں حکمرانی کی اہلیت کا معیار ناقابل تسخیر ٹیکنالوجی کا حامل ہونا قرار پایا جاتا ہے۔ حالیہ دورے میں کئی معاہدوں کے لیے بنیادی لوازمات پورے کیے گئے، لیکن جو بنیادی مسائل اس دورے میں سرِفہرست رہے ہیں، ان میں پہلا مسئلہ شام اور دوسرا تیل کی عالمی منڈی میں قیمتوں کے استحکام کے لیے مقدارِ پیداوار کا تعین تھا۔ کیوں کہ دونوں ممالک دنیا کی عالمی پیداوار کا ایک چوتھائی حصہ پیدا کرتے ہیں۔ اس لیے دونوں کا کردار اس اعتبار سے اہم ترین ہے۔

گزشتہ ماہ 10/ ستمبر کو روسی وزیرخارجہ نے سعودی عرب کا دورہ کیا تھا اور اس دورے میں سرگئی لاروف نے سعودی حکمران سلمان بن عبدالعزیز کو دورے کی دعوت دی تھی۔ ایک عالمی تجزیہ نگار کا کہنا ہے کہ روس دنیا میں طاقت کا خلا پُر کر رہا ہے۔ روس میں سعودی عرب کے اخبار ''العربیہ'' کے نمائندے نے روسی صدارتی محل کریملن کے حوالے سے خبر دی ہے کہ شاہ سلمان اور روسی صدر ولادی میر پیوٹن کی ملاقات کے مابین دفاعی شعبے میں تعاون کا موضوع مذکرات کے ایجنڈے میں سرِفہرست رہا ہے۔ سعودی عرب کی کوشش ہوگی کہ وہ روسی ساختہ دفاعی میزائل نظام ایس400 روس سے حاصل کرے، کیوں کہ اسی دفاعی نظام نے شام میں امریکی فوجی اقدامات کو بے وقعت کرکے رکھ دیا ہے۔

دوسری طرف ترکی کے صدر طیب اردگان نے اسی روز یعنی 4/ اکتوبر کو ہی ایران کا دورہ کیا ہے۔ ایرانی نیوز ایجنسی تسنیم کے مطابق دونوں ملکوں کے سربراہوں کی ملاقات کے نتیجے میں جو اعلامیہ جاری ہوا، اس میں کہا گیا کہ ہم شام کے مسئلے کا سیاسی حل چاہتے ہیں اور شام کی موجودہ حکومت کو ملک کی حقیقی نمائندہ حکومت تسلیم کرتے ہوئے اس کے ساتھ مکمل تعاون کا یقین دلاتے ہیں۔ اس کے علاوہ خطے کے دیگر مسائل جن میں مسئلہ فلسطین، لبنان، شام، یمن اور غزا کی پٹی سرِفہرست ہیں، ان پر مکمل اتفاقِ رائے کا اظہار کیا گیا ہے۔

جس وقت ترکی کے صدر طیب اردگان ایران کا دورہ کر رہے تھے، اس وقت ایک خبررساں ایجنسی کے نمائندے نے امریکا کے ریاستی ادارے کے ترجمان ہیدر نارٹ (Heather Nauert) سے سوال کیا کہ آج امریکی اتحاد کے دو اہم ارکان ترکی' ایران کے دورے پر اور سعودی عرب' روس کے دورے پر جارہے ہیں، جب کہ دونوں ممالک امریکا کے اتحادی ہیں۔ کیا ایسا تو نہیں کہ دونوں اتحادی امریکا کے مخالف بلاک کی طرف منتقل ہو رہے ہیں؟ جواب میں اس نے کہا کہ: ''گزشتہ عرصے میں دیکھا گیا ہے کہ ملکوں کے سربراہان دورانِ سفر جہازوں میں ملاقاتیں کررہے ہوتے ہیں۔ ہم بھی اسی طرح کام کرتے ہیں۔ وہ بھی آج اسی طرح کر رہے ہیں۔ میرا نہیں خیال کہ ہمارے تعلقات بدل رہے ہیں۔'' عالمی حالات کے ماہرین کا کہنا ہے کہ ریاض اور ماسکو تعلقات سے تیل کی عالمی منڈی کی صورتِ حال تبدیل ہوجائے گی۔

سعودی حکمران نئے دور کے تقاضوں کو بھانپتے ہوئے محسوس کررہے ہیں کہ روس نے اپنے اتحادیوں کے ساتھ جس طرح تعلقات نبھائے ہیں، قابل دید اور قابل ستائش ہیں۔ کیوں کہ امریکا تو آج صرف اپنے بجٹ کے خسارے پورا کرنے کے چکر میں ہے۔ اس کے پاس نہ تو جدید ٹیکنالوجی ہے اور نہ ہی خطے کے سلگتے ہوئے مسائل کو سلجھانے کی اہلیت ہے۔ انھی حالات کو بھانپتے ہوئے وہ آج ماسکو میں موجود ہیں۔ انھیں اس بات کی سزا دینے کے لیے ہی تو امریکی آشیرباد کی بنیاد پر اقوامِ متحدہ میں سعودی عرب کے خلاف چارج شیٹ تیار کی گئی ہے۔

گزشتہ صدی میں فولادی اور جوہری ہتھیاروں کی مدد سے لڑی جانے والی جنگیں رعونت زدہ اور مفلوج ذہنیت کی عملی مظہر تھیں، لیکن حالیہ صدی میں استعمار مخالف بلاک نے جن جنگوں کے ذریعے سامراج کا مقابلہ کیا ہے، اس نے سامراج کے تمام ہتھیاروں کو نہ صرف زنگ آلود کردیا ہے، بلکہ اس نے اس کی سیاسی قوت کو پارہ پارہ کرکے اس کے عناصر سے نئی ترکیب تشکیل دینا شروع کردی ہے۔ نئی ترکیب میں عناصر تو پُرانے ہی ہیں، لیکن عصری ترکیب کی وجہ سے اس کے نئے اثرات بھی مرتب ہونا شروع ہوگئے ہیں۔ یہ نئی ترکیب نہ صرف عالمی برادری کو معاشی ترقی کا نیا ماڈل متعارف کرانے جارہی ہے، بلکہ سیاسی استحکام کے لیے امن و آشتی کا نیا ریاستی ڈھانچہ واضح کرنے کا بندوبست کرتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔

www.rahimia.org

رپورٹ: نفیس مبارک ہمدانی، لاہور

غلطیوں سے سیکھنا اور مستقبل کی سوچ رکھنا

20/ اکتوبر 2017ء کو حضرت اقدس مولانا مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری مدظلہٗ نے ادارہ رحیمیہ لاہور میں خطبہ جمعہ کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''دینِ اسلام انسانی ترقی کا وہ واحد پروگرام ہے، جو انسانیت کو دنیا و آخرت میں کامیابی کا ایک واضح نظام دیتا ہے۔ اس تناظر میں مسلمان جماعت کے لیے جو اقدامات قرآن حکیم نے تجویز کیے ہیں، ان تمام اقوال و افعال کا ایک ہدف تو یہ ہے کہ انسانیت دنیا میں کامیاب ہو اور دوسرا اس کے اعمال و افعال کے نتائج آخرت میں بھی کامیابی کی صورت میں نکلیں۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا ہے اور تقویٰ کے ساتھ ساتھ یہ ذمہ داری عائد کی ہے کہ ہر انسان یہ غور و فکر کرے کہ کل کو اس کے اعمال کے نتائج کیا نکلنے والے ہیں۔ اللہ کا ڈر اور تقویٰ اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ مستقبل کی پلاننگ کی جائے۔ جو قومیں پلاننگ کرتی ہیں، مستقبل کا جائزہ لیتی ہیں، آنے والے دور میں اپنے اعمال و افعال کے نتائج سے واقف ہوتی ہیں، وہ کامیاب قرار پاتی ہیں۔ اور جنھیں اپنے اعمال کی فکر نہیں، بغیر سوچے سمجھے عمل شروع کر دیتی ہیں، ان کے اعمال کے نتائج ہمیشہ منفی نکلتے ہیں۔ خود غور و فکر اور شعور کے بغیر کوئی اقدام کیا جائے اور نتائج غلط نکلیں تو دوسروں کے پلڑے میں ڈال دیے جائیں، یہ انتہائی غلط رویہ ہوتا ہے۔ زوال پذیر معاشروں کے یہی رویے ہوتے ہیں جو اُن کی تباہی و بربادی کا باعث بنتے ہیں۔ قرآن حکیم تو کہتا ہے ''انسان کو دیکھنا چاہیے کہ اس نے آنے والے کل (مستقبل) کے لیے کیا بندوبست کیا ہے۔'' (18:59) تمھیں خود غور و فکر کرنا ہے کہ تم نے اپنے مستقبل کے لیے کیا اقدامات اور فیصلے کیے ہیں۔

یاد رکھئے! جب آدمی غور و فکر کے ساتھ اپنے اعمال کا جائزہ لے کر غلطی کو غلطی مان لے، تبھی اصلاح ہو سکتی ہے۔ اور اگر غلطی کو ماننے کے بجائے اسے درست ثابت کرنے کی کوشش کی جائے کہ میں نے تو بالکل صحیح کیا، باقی زمانہ آڑے آ گیا، اس کی نحوست پڑ گئی۔ فلاں آڑے آ گیا، اس نے تباہ کر دیا۔ تو اصلاح کیسے ہوگی؟ حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ نے فرمایا کہ: ''قوموں کا اپنی غلطی پر اصرار کرنا سب سے زیادہ خطرناک ہے۔'' آج مسلمانوں کا سب سے بڑا المیہ یہی ہے کہ غلطی کو غلطی ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ مسلمانوں کی اصلاح کے راستے میں یہ بہت بڑی رکاوٹ ہے۔

قوموں کا ایک فیصلہ دوسرے فیصلے کے ساتھ جڑا ہوتا ہے۔ اور دوسرا تیسرے کے ساتھ جڑا ہوتا ہے۔ یہ ایک زنجیری عمل ہے۔ اگر پہلا فیصلہ ہی غلط ہو جائے تو بنیاد ہی خراب ہو جاتی ہے۔ اور اس کے بعد کے فیصلے جتنے مرضی اچھے کرنے کی کوشش کی جائے، وہ بنیاد سے ہٹے ہوئے نہیں ہو سکتے۔ اس لیے آج ہمیں اپنی غلطیوں کو مان کر دینی بنیادوں پر مستقبل کی درست پلاننگ کرنے کی ضرورت ہے۔''

جھوٹ پر مبنی معاشرے کی تباہی

حضرت آزاد رائے پوری مدظلہٗ نے مزید فرمایا:

''ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''اس سے بڑا ظالم کون ہو سکتا ہے جو اللہ پر جھوٹ بولے اور اس کے پاس سچائی پہنچے اور وہ اس کا انکار کردے۔'' (32:39) ''حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ''جھوٹ تمام گناہوں کی جڑ ہے۔'' جھوٹ بولنا دنیا کے ہر معاشرے میں جرم ہے۔ کوئی یہودی، عیسائی، ہندو، چینی، کنفوشس، کوئی کسی بھی ازم کا ماننے والا ہو، حتیٰ کہ دہریہ بھی یہ نہیں کہتا ہے کہ جھوٹ جائز ہے۔ لیکن ہمارے اجتماعی ادارے اس طرح کی قانون سازی کرتے ہیں کہ جھوٹ بولنا جائز ہو جاتا ہے اور جھوٹ کا مرتکب شخص بھی اہل قرار پا جاتا ہے۔

قرآن حکیم نے کہا: ''تیرے ربّ کے دو کلمے اس انسانیت پر مکمل ہو چکے: ایک سچائی اور ایک عدل۔'' (119:11) پورے معاشرے کی اجتماعیت کی بنیاد ان دو باتوں پر ہے: ایک سچ پر اور دوسرا انسانوں کے درمیان طے پانے والے معاملات اور معاہدات میں عدل اور مساوات پر۔ افسوس! کہ پچھلے ستر سالوں کیا، دو ڈھائی سو سالہ غلامی کے زمانے سے انگریز سامراج کے بنائے ہوئے قانونی اور سیاسی و معاشی نظام کے ذریعے ہم نے ان دونوں قوانین اور ضابطوں کو پاش پاش کیا۔ سیاست اور معیشت کی بنیاد جھوٹ کو بنایا گیا۔ جب جھوٹ کو آپ نے پوری سوسائٹی کی بنیاد بنا دیا اور اس کے عواقب و نتائج ظاہر ہونا شروع ہوئے تو پھر زمانے کو بُرا کہنے کا کیا مطلب کہ یہ ستر سال بُرے ہیں۔ یہ آنے والا وقت بُرا ہے۔ فلاں نے سازش کی ہے۔ عدلیہ آپ کے حق میں فیصلہ کرے تو عدل اور اگر آپ کے خلاف کرے تو ظلم و ناانصافی قرار پائے۔

جھوٹ کی بنیاد پر اس برعظیم پاک و ہند میں الیکشن کا ڈرامہ سب سے پہلے 1936ء میں انگریزوں نے انڈیا ایکٹ 1935ء کے تحت کھیلا تھا۔ 1936ء سے لے کر آج 2017ء تک پاکستان میں جتنے الیکشن ہو چکے ہیں، کوئی ایک الیکشن ہے جو فراڈ سے پاک ہو؟ تاریخ اٹھا کر دیکھ لیں۔ دیکھیں کہ ہم نے کل کے مستقبل کو کیا دیا ہے؟ اگر جھوٹا الیکشن دیا ہے۔ جھوٹ کی بنیاد پر لوگوں کو گمراہ کیا ہے تو کیا نتیجہ اچھا نکلے گا؟ ہرگز نہیں۔ ایسی جھوٹی بنیادوں کے ہوتے ہوئے نحوستیں کسی زمانے میں تلاش کی جائیں، سازشیں اور کمزوریاں کسی اَور طاقت اور قوت کے کندھے پر ڈالی جائیں!؟! ایسا نہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ اپنے گریبان میں جھانکیں کہ ہم نے خود فیصلے تو غلط نہیں کیے؟ ہم نے خود اپنے خلاف سازش تو نہیں کی؟ ہم نے خود تو اپنے تباہی و بربادی کا راستہ اختیار نہیں کیا؟ یہ غور و فکر، یہ سوچ و بچار قرآن کا پیغام ہے۔ آج ہمیں اجتماعی شعور کی ضرورت ہے اور ہر مسلمان کو یہ سوچنا ہے کہ آنے والے مستقبل کے لیے وہ کیا اقدامات کر رہا ہے؟ اور صرف فرد ہی نہیں، بلکہ پورے اجتماع کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اجتماعی نقطۂ نظر سے چیزوں کا جائزہ لے، اُن کے نتائج پر غور و فکر کرے اور درست فیصلے کرنے کی اہلیت اپنے اندر پیدا کرے۔''

www.rahimia.org

خواجہ عبدالحئی فاروقیؒ (تلمیذِ خاص مولانا عبیداللہ سندھیؒ)

حسد

تمام بیماریوں میں سے سب سے بُری بیماری حسد ہے۔ اس سے انسان کی تمام نیکیاں برباد ہوجاتی ہیں۔ حسد کرنے والے سے سب نفرت کرتے ہیں۔ یہ اتنا بڑا گناہ ہے کہ خود قرآن میں مسلمانوں کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ وہ حاسد کی بُرائیوں سے پناہ مانگیں:

''حسد کرنے والے کی بُرائی سے جب وہ حسد کرنے لگے۔'' (5:113)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اور آپس میں حسد نہ کرنا۔'' (بخاری)

ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تم میں وہی بیماری آ گئی ہے، جو تم میں سے پہلے لوگوں میں تھی، یعنی حسد اور بغض۔ یہ مونڈنے والی ہے۔ میں یہ نہیں کہتا ہے کہ یہ بال مونڈتی ہے، بلکہ دین ہی کا خاتمہ کردیتی ہے۔''

آپؐ نے فرمایا: ''تم حسد سے بچو! اس لیے کہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا لیتا ہے، جس طرح آگ لکڑی کو جلا کر خاکستر کردیتی ہے۔'' (ابوداؤد)

دو جہاں کے آقا اور ہمارے سردار رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام دوست حسد کی بیماری سے بالکل پاک تھے۔

جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ خلیفہ ہوئے تو تمام مسلمانوں نے ان کو اپنا امیر مان لیا اور ان کے ہاتھ پر بیعت کی، مگر حضرت علی رضی اللہ عنہٗ اس سے الگ رہے۔ اس سے مسلمانوں کو خیال پیدا ہوا کہ اس کا سبب کیا ہے؟ کچھ مدت کے بعد خود حضرت علیؓ نے اپنے طور پر حضرت ابوبکرؓ کو بلایا اور ان سے کہا کہ:

''آپ کی بزرگی اور بڑائی کو ہم سب مانتے ہیں۔ اللہ نے آپ پر کتنا بڑا احسان کیا کہ آپ کو مسلمانوں کا خلیفہ اور امیر بنادیا اور ہمیں اس پر کوئی حسد نہیں۔''

یہ الفاظ سننا تھے کہ حضرت ابوبکرؓ رو پڑے۔ جب اس طرح دونوں کی صفائی ہوگئی تو حضرت علیؓ مسجدِ نبویؐ میں تشریف لائے۔ ظہر کی نماز کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے منبر پر کھڑے ہوکر تقریر کی اور وہ وجہ بیان کی جس کی بنا پر حضرت علیؓ نے اب تک ان کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی تھی۔ اس کے بعد حضرت علیؓ کھڑے ہوئے۔ انھوں نے خلیفہ کی بزرگیاں بیان کیں۔ پھر فرمایا کہ:

''اب تک جو میں نے ان کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی تھی تو ہرگز اس کا یہ مطلب نہ تھا کہ میں ان پر حسد کرتا تھا، بلکہ بات صرف اتنی تھی کہ میں اپنے آپ کو خلافت کا حق دار خیال کرتا تھا۔ اس کے سوا اور کچھ نہ تھا۔''

اس تقریر سے سب لوگ خوش ہوگئے اور آپس کی ناراضگی دور ہوگئی۔ اس کے بعد حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بیعت کی۔

مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری، لاہور

حضرت مولانا محمد الیاس میواتیؒ کا سانحۂ ارتحال

یہ خبر انتہائی افسوس کے ساتھ سنی گئی کہ حضرت مولانا محمد الیاس میواتیؒ 13/ اگست 2017ء بروز اتوار رات 10 بجے اپنے گاؤں میوات (انڈیا) میں انتقال کرگئے۔ إنّا للّٰہ و إنّا إلیہ راجعون. حضرت مولانا محمد الیاس میواتیؒ حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ سے بیعت اور حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کے مجاز تھے۔

مولانا محمد الیاسؒ کی پیدائش 1356ھ/1938ء میں محترم نبی خاں کے ہاں قصبہ کوٹ ضلع میوات (ہندوستان) میں ہوئی۔ ابتدائی دینی تعلیم میوات میں حاصل کی، جب کہ درسِ نظامی کی تکمیل مدرسہ امینیہ دہلی سے 1374ھ/1955ء میں کی۔ دورۂ حدیث کے اہم اساتذہ میں حضرت مولانا عبدالغنی شاہ جہان پوریؒ، حضرت مولانا ضیاء الحق دہلویؒ اور حضرت مولانا مشہود حسن امروہیؒ شامل ہیں۔

مولانا میواتیؒ نے تین مشائخ؛ حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالعزیز رائے پوریؒ اور حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کی صحبت میں تربیت پائی۔ وہ مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کے رفیق کار اور ان کی فکر کے حامل تھے۔ مشائخ رائے پور کے تاریخی تسلسل اور جدوجہد کے عینی شاہد تھے۔ مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کے ہندوستان کے اسفار میں ہمیشہ مولانا محمد الیاس میواتیؒ ان کے ساتھ جڑے رہتے تھے۔ رمضان المبارک کے قیام میں اکثر پاکستان بھی تشریف لاتے رہے۔ حضرات مشائخ رائے پور سے فیض یاب ہوتے رہے۔

مولاناؒ نے حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کی وفات پر سلسلۂ عالیہ رحیمیہ رائے پور اور غلبہ دین کے حوالے سے حضرت اقدس رائے پوریؒ کی جدوجہد اور مساعی کو درج ذیل الفاظ میں خراجِ تحسین پیش کیا: ''انھوں (حضرتؒ) نے عصرِ جدید کے ابھرنے والے تقاضوں کا احساس و ادراک کرتے ہوئے دورِ خیرالقرون اور اسوۂ صحابہ رضی اللہ عنہم کو سامنے رکھتے ہوئے دینی غلبے کی حکمتِ عملی مدوّن فرمائی، جس میں ظالمانہ سامراجی نظام اور اشتراکیت کی لادینیت سے بچنے کا مکمل طریقہ موجود ہے۔''

حضرت اقدس رائے پوری رابعؒ نے 1998ء میں ان کو رائے پور میں سلسلۂ عالیہ رحیمیہ رائے پور کی اجازت عطا فرمائی۔ ان کے نام پہلا خط اسی اجازت کے حوالے سے ہے۔ مولاناؒ اپنے آبائی قصبے کوٹ میوات میں سلسلۂ رحیمیہ رائے پور کے فروغ کے لیے آخر دم تک کام کرتے رہے۔ ذکر اذکار کی مجالس ان کی نگرانی میں منعقد ہوتی تھیں۔

اللہ تعالیٰ ان کے فیوض و برکات کو عام کرے اور انھیں اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین!

www.rahimia.org

وسیم اعجاز، کراچی

امام العارفین حضرت مولانا عبدالقادر لدھیانویؒ

1857ء کی جنگِ آزادی میں جہاں ملک کے دیگر علاقوں میں آزادی کی جدوجہد جاری تھی، وہیں پنجاب کے ایک اہم شہر لدھیانہ میں حضرت مولانا عبدالقادر لدھیانویؒ انقلابیوں کی کمانڈ سنبھالے ہوئے تھے۔ مولانا عبدالقادر لدھیانویؒ بن حافظ عبدالوارثؒ آرائیں قبیلے کے چشم و چراغ تھے۔ 1792ء میں جالندھر میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم لدھیانہ میں منتقل ہونے کے بعد اپنے والدِ گرامی سے حاصل کی۔ مروّجہ علوم کی تحصیل اور سلوک و تصوف کی منزلیں امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے خاندان کے علما سے مدرسہ رحیمیہ دہلی سے حاصل کیں۔ وہ حضرت شاہ عبدالقادر دہلویؒ کے خلیفہ حضرت شاہ عبداللہ کرنالویؒ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور اجازت و خلافت پائی۔

ولی اللّٰہی فکر و عمل کے نتیجے میں ملک کی کامل آزادی کے حصول کے لیے کوشش کرنا ان کی رگوں میں سرایت کر گیا تھا۔ دہلی میں قیام کے دوران ہی ان کے گہرے تعلقات حضرت سیّد احمد شہیدؒ سے ہوگئے تھے۔ سیّد احمد شہیدؒ کی تیار کی ہوئی جنگی حکمتِ عملی کے تحت وہ کچھ دنوں تک راجستھان میں تربیت حاصل کرتے رہے اور ہم فکر لوگ تیار کرتے رہے۔ کچھ عرصہ امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے قائم کیے گئے مدرسہ رحیمیہ کی شاخ نجیب آباد میں بھی رہے۔ حضرت سیّد احمد شہیدؒ ان پر بہت اعتماد فرماتے تھے۔ جدوجہدِ آزادی کے سلسلے میں سرحد کی جانب سفر کے بارے میں سیّد احمد شہیدؒ کی اہلیہ نے تین خطوط مولانا عبدالقادر لدھیانویؒ کو تحریر کیے تھے۔

1836ء میں جب امیر کابل شاہ زمان الملک اور شاہ شجاع الملک کابل سے شکست کھا کر ہندوستان آئے تو لدھیانہ میں 1840ء تک قیام کے دوران مولانا عبدالقادر لدھیانویؒ کے ہاتھ پر بیعت ہوگئے۔ اس طرح کابل میں بھی ان کے معتقدین میں اضافہ ہوگیا۔ مولانا عبدالقادر لدھیانویؒ، ان کے بڑے بھائی مولانا غلام نبیؒ اور چاروں صاحب زادوں مولانا سیف الرحمٰن لدھیانویؒ، مولانا محمد لدھیانویؒ (استاذِ گرامی حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ)، مولانا عبداللہ لدھیانویؒ اور مولانا عبدالعزیز لدھیانویؒ نے لدھیانہ کو اپنے تبلیغی اور تدریسی مرکز کے طور پر پروان چڑھایا۔ ان حضراتؒ کی ان ہی کوششوں کی وَجہ سے 1857ء کی جنگِ آزادی کے دوران لدھیانہ ایک اہم مرکز کے طور پر سامنے آیا۔

مولانا عبدالقادر لدھیانویؒ نے اپنے خاندان اور بھانجوں کے ہمراہ 1857ء کی جنگِ آزادی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ معروف تاریخ دان سندر لال نے لکھا ہے کہ:

> ''لدھیانہ کا شہر پنجاب میں جنگِ آزادی کا ایک خاص مرکز تھا۔ شہر بھر میں اس دن سب جگہ جوش تھا۔ جیل خانہ توڑ دیا گیا۔ انگریزی مکانات جلا دیے گئے۔ سرکاری خزانے پر قبضہ کرلیا۔ اس کے بعد جالندھر، لدھیانہ اور پھلور کی فوج مل کر آزادی کی اس جنگ میں حصہ لینے کے لیے دِلی کی جانب روانہ ہوگئی۔''

1857ء کے اس معرکے کے دوران مولانا عبدالقادر لدھیانویؒ نے لدھیانہ کے لودھی قلعے پر قبضہ کرلیا اور پنجاب کے ہندوستانی فوجیوں سے بھی تعلقات قائم کر لیے تھے۔ شہر میں مسلمانوں کے علاوہ ہندو اور سکھ بھی مولاناؒ کے شانہ بہ شانہ تھے۔ وہ اپنے چاروں بیٹوں کے ہمراہ مجاہدین کو ساتھ لے کر بہ راستہ پٹیالہ اور کرنال انگریزی فوج کا مقابلہ کرتے ہوئے دہلی پہنچے۔ سرکاری میوٹنی رپورٹس کے والیم 8 کے مطابق:

> ''مولانا موصوفؒ کے دہلی جانے کے بعد لدھیانہ میں 50 آدمیوں کو شہید کیا گیا اور 16 افراد کو پھانسی کی سزا دی گئی۔''

مولانا عبدالقادرؒ جنگِ آزادی میں حصہ لینے کے لیے دوسو سوار دہلی میں بہادر شاہ ظفر کی خدمت میں لائے تھے۔ جنرل بخت خاں کی سفارش پر بادشاہ نے ہر ایک کو ایک ایک جوڑا دوشالہ عطا فرمایا اور جنرل بخت خاں کے ساتھ فوج میں شامل کرلیا۔ ایک موقع پر انگریزی فوجی دستوں سے ٹکراؤ کے دوران مولانا عبدالقادر لدھیانویؒ کی اہلیہ کا انتقال ہوگیا۔ ان کی تدفین مسجد فتح پوری چاندنی چوک میں کی گئی۔ دہلی کے علما کی جانب سے انگریزی فوج کے ساتھ جہاد کرنے کے لیے جو تاریخ ساز فتویٰ جاری کیا گیا، اس پر 34 علمائے کرام کی جانب سے دستخط کیے گئے۔ ان علمائے کرام میں مولانا عبدالقادر لدھیانویؒ اور ان کے صاحب زادے مولانا سیف الرحمٰن لدھیانویؒ بھی شامل تھے۔

سقوطِ دہلی کے بعد مولانا لدھیانویؒ اپنے بیٹوں کے ہمراہ پٹیالہ کے جنگلوں میں ایک گاؤں ستلانہ میں راجپوت خاندان کے ہاں روپوش رہے۔ انگریز نے مولاناؒ اور ان کے چاروں بیٹوں کی گرفتاری پر ایک لاکھ روپے انعام بھی رکھا، لیکن کسی نے بھی ان کے خاندان کے ساتھ غداری نہیں کی۔ مولاناؒ کی ساری جائیداد اور مسجد انگریزوں نے قبضے میں لے لی اور مسجد کو گرا دیا، لیکن ان کو گرفتار کرنے میں کامیاب نہ ہوسکی۔ یکم رنومبر 1858ء کو ملکہ برطانیہ کی جانب سے عام معافی کے بعد 1860ء کو لدھیانہ کی طرف واپس آتے ہوئے ستلانہ کے قریب مولانا عبدالقادر لدھیانویؒ کا وصال ہوگیا۔ وہیں ان کی آخری آرام گاہ ہے۔

مولانا لدھیانویؒ کے صاحب زادوں میں سے مولانا سیف الرحمٰنؒ ہمیشہ کے لیے کابل روانہ ہوئے۔ چوں کہ مولانا موصوفؒ کے تعلقات پہلے سے ہی کابل میں موجود تھے، لہٰذہ وہ واپس نہیں آئے۔ باقی تینوں بیٹے لدھیانہ واپس آگئے اور دوبارہ سے درس و تدریس کا فریضہ سرانجام دینے لگے۔ لدھیانہ کے ڈپٹی کمشنر نے تینوں بھائیوں کو گرفتار کرلیا، لیکن ان کی مقبولیت کے پیشِ نظر مرکزی سرکار کی ہدایت پر باعزت رہائی ملی۔

مولانا عبدالقادر لدھیانویؒ نے ہندوستان کی جنگِ آزادی میں بھرپور کردار ادا کیا اور اپنے خاندان کے ہمراہ مشقتیں برداشت کر کے اس بات کا پیغام دیا ہے کہ دین کی سربلندی وطنِ عزیز کی کامل آزادی کے بغیر ممکن نہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اکابرین کا فیض نصیب فرمائے۔ (آمین!)

www.rahimia.org

رپورٹ: مفتی عبدالقدیر، چشتیاں

حضرت اقدس مولانا مفتی شاہ عبدالخالق آزاد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ کی معیت میں احباب کا سفرِ حج

اس سال ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور کے ناظم اعلیٰ حضرت اقدس مولانا مفتی شاہ عبدالخالق آزاد رائے پوری مدظلہ، مسند نشین خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور کی معیت میں ادارے سے وابستہ احباب کو حرمین شریفین کی حاضری نصیب ہوئی اور حج بیت اللہ کی سعادت کی توفیق حاصل ہوئی۔ اس کی تقریب کچھ یوں ہوئی کہ حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ کے خاندان کے افراد نے فریضۂ حج ادا کرنا تھا۔ چناں چہ حضرتؒ کے بھتیجے محترم ڈاکٹر راؤ عبدالرحمٰن (لاہور) نے حضرت اقدس مدظلہ، کی معیت میں حج کرنے کی خواہش کا اظہار کیا تو انھوں نے بھی اپنے والدِ گرامی حضرت راؤ عبدالرؤف خاںؒ کی جانب سے حج بیت اللہ کا قصد کیا۔ اس طرح ادارے سے وابستہ دیگر احباب نے بھی ارادۂ حج کرلیا۔ یوں 19 خواتین وحضرات کا وفد بن گیا۔

حج بیت اللہ کے لیے پہلے سرکاری سکیم میں درخواستیں جمع کرائی گئیں، لیکن قرعہ اندازی میں نام نہ آنے کی صورت میں پرائیویٹ حج سکیم کے تحت سفرِ حج ہوا، جو تقریباً 35 دنوں پر مشتمل تھا۔ چناں چہ مؤرخہ 4/ اگست 2017ء بروز جمعۃ المبارک لاہور سے روانہ ہوکر عشا کے وقت مکہ مکرمہ زادھا اللّٰہ شرفاً و تعظیماً کی حاضری نصیب ہوئی۔ ادارہ رحیمیہ لاہور سے ہی تمام احباب نے احرام پہن لیے تھے، جب کہ جہاز میں میقات گزرنے سے پہلے نیت کی گئی۔ مکہ مکرمہ میں ہوٹل میں سامان وغیرہ رکھ کر نمازِ عشا کے بعد حرم پاک کی حاضری نصیب ہوئی۔ خانۂ کعبہ پر نگاہیں پڑتے ہی دلوں پر اطمینان وسکون نصیب ہوا۔ رات کو ہی مناسکِ عمرہ ادا کرنے کی توفیق ہوئی۔ اس کے بعد چار روز تک مکہ مکرمہ میں قیام رہا اور بیت اللہ الحرام کا طواف اور مجاورت نصیب ہوئی۔

ان ایام میں مکہ معظّمہ میں خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور سے وابستہ احباب: ڈاکٹر عبدالحفیظ، فضل الرحمٰن یوسف زئی، محمد عابد مکی، محمد عامر مکی وغیرہ ملاقات کے لیے آتے رہے۔ جدہ، ریاض اور الخُبر وغیرہ کے دوست حکومتِ سعودیہ کے اعلان ''لا حجّ بلا تصریح'' (اجازت کے بغیر حج نہیں ہوسکتا) کی وجہ سے نہیں آسکے۔ اس دوران حضرت مولانا حبیب اللہ مختار شہیدؒ کے برادرِ اکبر حضرت مولانا محمد احمد حفظہُ اللہ وعافاہُ کی عیادت کے لیے ان کے مکان پر حاضری ہوئی۔ ان کے صاحبزادے مولانا ڈاکٹر عبدالقاہر (ڈائریکٹر مجمع الفقہ الدولی، جدہ) حضرت اقدس مدظلہ، کو حرم سے اپنے گھر لے گئے۔ حضرت مدظلہ، کے ساتھ مولانا مفتی محمد مختار حسن، ڈاکٹر راؤ عبدالرحمٰن اور راقم سطور تھے۔ حضرت اقدس مدظلہ، نے ان کے والدِ گرامی کی عیادت کی۔ اس موقع پر انھوں نے حضرت مدظلہ، کے اعزاز میں پُرتکلف دعوت کا اہتمام کیا ہوا تھا۔ اس دوران مختلف موضوعات پر گفتگو ہوئی۔ مسلمانوں بالخصوص حکمران طبقے اور مذہبی طبقے کے حالات پر حضرت مدظلہ، سے ان کی بات چیت ہوئی تو وہ بہت متأثر ہوئے۔ حضرت اقدس مدظلہ، نے ان کو اپنی چند تصانیف پیش کیں تو انھوں نے بہت خوشی کا اظہار کیا۔

8/ اگست 2017ء کو مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ زادھما اللّٰہ شرفاً و تعظیماً روانگی ہوئی۔ مسجدِ نبوی میں حاضری ہوئی اور روضۂ مقدسہ کی زیارت نصیب ہوئی۔ اپنی بے مائیگی کے احساس کے ساتھ روضۂ رسول ﷺ پر صلوٰۃ وسلام پیش کیا۔ دلوں کا اطمینان نصیب ہوا۔ سماجی تبدیلی کے نبویؐ طریقۂ کار کی اہمیت اُجاگر ہوئی۔ پوری جماعت کی استقامت اور تمام احباب کے لیے دعائیں کیں۔ آٹھ روز مدینہ منورہ میں قیام رہا۔ اس دوران مسجدِ نبویؐ میں نمازوں، دعاؤں اور درود شریف کی کثرت کی توفیق ہوئی۔

جنت البقیع کی زیارت کے لیے جانا نصیب ہوا۔ وہاں مدفون صحابہ کرامؓ، تابعینؒ اور سلسلے کے مشائخؒ کا فیض حاصل کرنے کا موقع ملا۔ خاص طور پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی قبر پر کافی دیر قیام کیا۔ حضرت اقدس مدظلہ، مراقب رہے اور فرمایا: ''حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ یہیں زیادہ مراقب ہوتے۔'' اور فرمایا کہ: ''جنت البقیع میں انؓ کا فیض ہی سب سے زیادہ ہے۔'' 12/ اور 14/ اگست کو حضرت اقدس مدظلہ، مع احباب مدینہ شریف میں مقاماتِ مقدسہ؛ مسجد قبا، مسجد ذوالقبلتین اور شہدائے احد، مساجد سبعہ (غزوۂ خندق) وغیرہ کی زیارات کے لیے تشریف لے گئے۔ حضرت اقدس مدظلہ، نے اس دوران مقامات کی ولی اللّٰہی فکر کی روشنی میں تاریخی نوعیت بیان کی۔ فرمایا: ''مدینہ منورہ کی مدنیت (شہریت) کا آغاز مسجد قبا سے ہوا اور پھر شہدائے اُحد کی جدوجہد نے اس کی تکمیل کی۔ مسجدِ نبویؐ اس مدنیت کا مرکز رہا۔ مسجد قبلتین دونوں قبلوں (بیت المقدس اور بیت اللہ الحرام) کے انسانی سوسائٹی کی تشکیل میں اہم کردار کی نشان دہی کرتی ہے۔ مدینہ منورہ میں رہ کر نبویؐ حکمتِ عملی کے تناظر میں اس مدنیت کا شعور حاصل کرنا اہمیت رکھتا ہے۔'' اس موقع پر مدینہ منورہ کے میوزیم میں بھی تاریخی حوالے سے اجتماعی مطالعہ کیا گیا۔ نیز مدینہ شریف میں مسجدِ نبویؐ کی لائبریری کے شعبۂ مخطوطات میں شیخ زکریا اور شیخ یاسر سے ملاقات کی گئی اور ولی اللّٰہی اکابرؒ کے مخطوطات کی نقول حاصل کیں۔ حضرت مدظلہ، کی طرف سے حرمین شریفین کے علما اور لائبریری کے لیے تصانیف کا ہدیہ پیش کیا گیا۔ اس موقع پر علما نے حضرت اقدس مدظلہ، کو سلام پیش کیا اور شکریہ ادا کیا۔

مدینہ منورہ میں قیام کے دوران حضرت مدظلہ، کے قدیم متوسل حاجی نور محمد نے احباب کی بڑی خدمت کی۔ روزانہ شام کو مہمانوں کے لیے کھانے پینے کی اشیا لاتے رہے۔ ایک روز اپنے گھر نزد مسجد قبا میں بھی بڑی پُرتکلف دعوت کا اہتمام کیا۔ اسی طرح جدہ سے حامد اللہ جان اور محمد عارف شمیم نے بھی مہمانوں کی خوب خدمت کی۔ اللہ تعالیٰ انھیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ مدینہ منورہ میں قیام کے دوران احباب ملاقات وزیارت کے لیے آتے رہے۔ چناں چہ دمام سے مولانا ڈاکٹر محمد افضل (مجاز حضرت اقدس مولانا

www.rahimia.org

رائے پوری رابعؒ) اوران کے صاحبزادہ عبدالعزیز، محمد سرفراز نیازی اور یاسین (الخُبر)، محمد الطاف، محمد زوہیب گل، محمد رضوان، اظہر صدیق (ریاض)، داوٗد خالد مع اہلیہ (القسیم)، حاجی نور محمد، سلطان ایاز وغیرہ (خیبر)، قاری فاروق احمد جالندھری مدرّس مسجدِ نبویؐ، قاری شبیر احمد مدنی، مولانا عبدالجبار مدنی، مولانا عبدالمالک مدنی اور دیگر بہت سے احباب تشریف لائے۔

مدینہ منورہ کے قیام میں حجاجِ کرام کے تربیتی پروگرام ہوتے رہے، جن میں حضرت اقدس مدظلہٗ العالی نے حج کی اہمیت اور مدینہ منورہ کے قیام کے مقاصد واہداف خوب وضاحت کے ساتھ بیان کیے اور نبی اکرمؐ کے اسوۂ حسنہ کو انقلابی نقطہ نظر سے سمجھنے کی اہمیت بیان کی۔ اس موقع پر مولانا فضل الرحیم (جامعہ اشرفیہ، لاہور) نے اپنے خطاب میں حضرت اقدس مدظلہٗ کے بیان کی بھرپور تائید کی۔ مدینہ منورہ کے قیام میں ہی حضرت مولانا محمد عبدالسلام (شیخ الحدیث مدرسہ شاہی مرادآباد و مجاز حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوریؒ) سے ملاقات ہوئی۔ حضرت مولانا اپنے صاحبزادے عبدالقادر کے ہمراہ ہم سے پہلے مرادآباد (انڈیا) سے مدینہ منورہ تشریف لا چکے تھے۔

17/اگست کو مدینہ منورہ سے واپسی پر مغرب کی نماز ذوالحلیفہ میں ادا کر کے دو رکعت نوافل پڑھ کر عمرہ کی نیت سے احرام باندھا۔ رات ڈھائی بجے مکہ مکرمہ پہنچے۔ نمازِ فجر ادا کر کے عمرہ کے ارکان طواف وسعی ادا کیے اور احرام کھول دیا۔ 18/ سے 28 اگست تک حرمِ بیت اللہ کے قریب ہوٹل میں مقیم رہے۔ اس دوران بڑے قریب سے بیت اللہ الحرام کے فیوض وبرکات سے مستفید ہوئے۔ ان ایام میں ہندوستان، پاکستان اور دبئ وغیرہ سے بہت سے حجاجِ کرام حضرت مدظلہٗ کی زیارت اور ملاقات کے لیے آتے رہے۔ ان سے نمازوں کے بعد حرم شریف اور ہوٹل میں ملاقات رہی۔

مکہ مکرمہ میں قیام کے دوران مولانا محمد مکی مدرّس مسجد الحرام سے حرم شریف میں تفصیلی ملاقات ہوئی۔ انھوں نے اپنے والدِ گرامی حضرت مولانا خیر محمد مکیؒ (تلمیذ امامِ انقلاب حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ) کے حوالے سے حضرت سندھیؒ کے بہت سے واقعات سنائے۔ اس موقع پر حضرت اقدس نے انھیں حضرت سندھیؒ کے حوالے سے اپنی تصانیف کا تحفہ پیش کیا تو انھوں نے فرمایا کہ: ''کچھ عرصے سے میرے دل میں یہ خواہش ہو رہی تھی کہ حضرت سندھیؒ کے بارے میں پاکستان میں نئی چھپنے والی کتابیں کسی طرح حاصل کی جائیں۔ آپ نے حضرت سندھیؒ کی کتابیں ہمیں دے کر ہم پر بڑا احسان کیا ہے۔ اس کا ترجمہ کرنا بہت مفید ہے۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے۔''

27/اگست کو حضرت مولانا ڈاکٹر محمد ناصر (جھنگ) بمع اپنی والدہ، اہلیہ اور بھائی کے مکہ مکرمہ تشریف لے آئے۔ اس طرح وہ بھی ہمارے وفد میں شامل ہو گئے۔ 29/ اگست سے 6/ستمبر تک العزیزیہ شمالی میں قیام رہا۔ یہاں سے 8/ذوالحجہ/ 30/اگست کو حضرت اقدس کی معیت میں پیدل ہی منیٰ میں قیام کے لیے جانا ہوا، جب کہ وفد میں شامل خواتین اوران کے محرم حضرات 7/ذوالحجہ کی رات کو ہی بذریعہ بس منیٰ چلے گئے تھے۔ 9/ذوالحجہ/ 31/اگست کو بذریعہ بس عرفات میں حاضری ہوئی۔ صبح فجر کی نماز عرفات میں ادا کی۔ اسی روز جدہ میں مقیم دوست محمد عارف شمیم اپنی اہلیہ سمیت حج کے لیے آ گئے۔ عرفات میں تمام احباب اور متوسلین سلسلۂ عالیہ رحیمیہ رائے پور کے لیے خصوصی دعائیں مانگیں۔ مغرب کے بعد بذریعہ بس مزدلفہ کے لیے سفر ہوا۔ وہاں پہنچ کر سب نے مغرب اور عشا کی نمازیں ادا کر کے آرام کیا۔ جمعۃ المبارک کی صبح نمازِ فجر پڑھ کر وقوفِ مزدلفہ کیا۔ کنکریاں لے کر پیدل ہی منیٰ آئے اور جمرۂ عقبی کبریٰ کو کنکریاں ماریں۔ قربانیوں کی اطلاع ملنے پر حلق کروا کر احرام کھولا گیا۔ گیارہویں ذوالحج بروز ہفتہ کو عصر کے بعد کنکریاں مار کر طوافِ زیارت وسعی کے لیے پیدل روانہ ہوئے اور بوقتِ مغرب حرم شریف پہنچ گئے۔ نہایت آسانی کے ساتھ مطاف کے صحن میں طوافِ زیارت ادا کر کے عشا کے بعد سعیٔ صفا ومروہ کی۔ بحمد اللہ! اس طرح حج کے ارکان کی تکمیل ہو گئی۔

12/ذوالحجہ کو نمازِ ظہر کے بعد حضرت مولانا مفتی عبدالسلام اور پورے قافلے نے اس روز کی کنکریاں ماریں اور العزیزیہ قیام گاہ پر پہنچ کر نمازِ مغرب، ذکر اور نمازِ عشا ادا کی۔ حضرت اقدس مدظلہٗ اور دیگر ساتھیوں نے 15/ذوالحجہ بروز بدھ کو مغرب اور عشا کی نمازیں سب احباب کے ساتھ حرم شریف میں ادا کر کے طوافِ وِداع کیا۔ تمام احباب کے لیے تمام مواقع پر دعائیں جاری رہیں اور رات کو ہی جدہ کے لیے روانگی ہو گئی۔ اس موقع پر حضرت مدظلہٗ نے فرمایا کہ: ''ہمارے دل حرم شریف میں ہونے چاہئیں، جہاں سب انبیاؑ، صحابہؓ اور اولیاؒ کے قلوب معلق ہیں۔ ہم بھی اسی طرح دین کے غلبے کے کام کے لیے وہاں سے رخصت لے کر نکلے ہیں، جس طرح صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نکلے تھے۔''

حج کے ان ایام میں ماشاء اللہ مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، ریاض، دمام، الخُبر وغیرہ کے سب دوستوں نے شرکائے حج کے ساتھ نہایت محبت واپنائیت سے ایثار وقربانی اور خلوص کا اظہار کیا۔ وہ تمام اعمالِ صالحہ نمازوں، طواف، تلاوتِ قرآن اور ذکر وغیرہ میں شرکائے حج کے ساتھ شریک رہے۔ حضرت اقدس آزاد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ اوران کے مہمانوں کا بہت اکرام کیا۔ اللہ تعالیٰ سب کو جزائے خیر دے۔

16/ذوالحجہ/ 7/ستمبر کو عزیزیہ سے رات 2 بجے روانہ ہو کر اگلے روز رات 12 بجے لاہور ائیرپورٹ پہنچے۔ وہاں پر حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن، مولانا مفتی عبدالمتین نعمانی اور دیگر کثیر احباب حضرت اقدس واحباب کے استقبال کے لیے موجود تھے۔ تقریباً 2 بجے ادارہ رحیمیہ میں پہنچے۔ یہاں بھی خاصی تعداد میں احباب موجود تھے۔

اللہ تعالیٰ سب احباب کے اس سفر کو مقبول ومبرور بنائے۔ اس کے نتیجے میں انبیائے کرامؑ، صحابہؓ وتابعینؒ اور مجددینؒ بالخصوص حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ اور حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ سے حضرت الامام سعید الزمان شاہ سعید احمد رائے پوری قدس سرہٗ السعید تک پوری جماعت کے مشن پر غلبہ دین کے لیے بھرپور عزم وجذبے کے ساتھ اپنی زندگی صَرف کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ (آمین!)

منظوم تاثرات

حافظ محمد طاہر، لاہور

'اے خوشا حضرت سعید احمد حضور'

(26 ستمبر 2012ء کو حضرت اقدس رائے پوری رابعؒ کی وفات پر ایک منظومہ)

1
اے خوشا حضرت سعید احمد حضور
حبّذا مسند نشینِ رائے پور

2
ہے وہ نسبت آپ کو گنگوہ سے
جس وراثت کا امیں ہے رائے پور

3
شاہ ولی اللہ سے وابستگی
سلسلہ در سلسلہ اور باشعور

4
اے فریدی نقشبندی صابری
سہروردی ، قادری نورٌ وّ نور

5
اے تفقہ فی الطریقت کے امام
آپ سے دین و سیاست کا شعور

6
ظلمتوں کی شپّرہ چشمی مزاج
پست ہمت ، ہوگئے مرکز سے دور

7
آپ کی صحبت میں رہ کر نوجواں
زر پرستی خود نمائی سے نُفور

8
خونِ دل دے کر نکھارے یہ گلاب
ہیں بہارِ جاں فزا دل کا سُرور

9
اپنے دل میں درد کی دولت لیے
آپ کا عزمِ سفر ہے سوئے طُور

10
ارضِ پاکستان کا دل ہے حزیں
منتظر ہے سرزمین رائے پور

دینی مسائل

اس صفحے پر قارئین کے سوالات کے جوابات دیے جاتے ہیں!

از حضرت مفتی عبدالقدیر شعبۂ دارالافتا ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور

سوال عقیدۂ ختم نبوت سے کیا مراد ہے اور اسلام کے نظام میں عقائد میں اس کی کیا حیثیت اور اہمیت ہے؟ نیز یہ عقیدہ رکھنا کیوں ضروری ہے؟

جواب ہر مسلمان پر یہ عقیدہ رکھنا ضروری ہے کہ حضرت محمد ﷺ سب سے آخری پیغمبر ہیں اور آپؐ کے بعد کوئی نبی (کسی بھی معنی اور مفہوم میں) نہیں آئے گا۔ اس کے بغیر کوئی شخص مسلمان نہیں ہوسکتا۔ اس کا منکر دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔

سوال سجدے کا مسنون طریقہ کیا ہے؟

جواب درج ذیل دو اَحادیثِ مبارکہ میں سجدے کا مسنون طریقہ واضح ہوجاتا ہے:

(1) حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ: ''آں حضرت ﷺ کو سات اعضا پر سجدہ کرنے اور سجدے کی خاطر اپنے بال اور کپڑے نہ سمیٹنے کا حکم دیا گیا۔'' سات اعضا یہ ہیں: پیشانی، دو ہاتھ، دو گھٹنے، دو پاؤں۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر 809)

عام طور پر سجدے میں صرف دو گھٹنوں اور پیشانی پر زور ہوتا ہے، جو خلافِ سنت ہے۔ حدیث کی روشنی میں پیشانی کے ساتھ ناک اور دو ہاتھوں اور دونوں پاؤں کی انگلیوں کا رخ قبلے کی طرف کر کے زمین پر ٹکا کر تمام اعضا پر برابر وزن دیا جانا چاہیے۔

(2) حضرت عبداللہ بن مالک بن بحینہؓ فرماتے ہیں کہ: ''آں حضرت ﷺ (سجدے کے دوران) اپنے دونوں ہاتھ کشادہ رکھتے تھے، یہاں تک کہ آپؐ کی بغلوں کی سفیدی ظاہر ہوجاتی۔'' (صحیح بخاری، حدیث نمبر 807) حدیث کی روشنی میں ضروری ہے کہ ہاتھ تکبیر تحریمہ کی طرح کانوں کی لَو کے برابر چہرے سے فاصلے پر ہوں۔ کہنیاں پہلوؤں سے جدا ہوں۔ سجدے میں رانیں بالکل سیدھی کھڑی ہوں۔

سوال فقہی مسائل میں عام معلومات کی بنیاد پر عام آدمی حلال و حرام کی رائے دے سکتا ہے؟

جواب عام آدمی کے لیے دینی مسائل میں رائے دینا، جیسا کہ آج کل مروّج ہے، بالکل ناجائز ہے۔ جب تک کسی مسئلے میں محقق عالم سے مکمل تحقیق نہ ہو، غیر تحقیق شدہ مسئلہ آگے منتقل کرنا ناجائز ہے۔ ارشادِ خداوندی کے مطابق جاہل (ناواقف) کو ہر عالم سے بھی نہیں، بلکہ ''اہل ذکر'' یعنی (جو عالم باعمل اور صاحبِ تقویٰ ہو) سے مسائل میں رجوع کرنے کا حکم ہے۔

سوال احادیثِ مبارکہ بغیر تحقیق کے بذریعہ میسج یا زبانی نقل کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟ کیا اس کے لیے کوئی شرعاً معیار ہے؟

جواب حدیث کا علم بہت زیادہ احتیاط کا تقاضا کرتا ہے۔ چناں چہ یہ حدیث متواتر درجے تک پہنچی ہوئی ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ ''جس نے عمداً مجھ پر جھوٹ نقل کیا تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے۔'' (بخاری) لہٰذا جب تک کسی حدیث کی مستند کتاب سے حوالے کی تحقیق نہ کرلی جائے، اس کو آگے میسج کرنا یا نقل کرنا جائز نہیں ہے۔

مدیر اعلیٰ مفتی عبدالخالق آزاد طابع و ناشر نے اے۔ جے پرنٹرز 28/A نسبت روڈ لاہور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ "رحیمیہ" رحیمیہ ہاؤس 33/A کوئینز روڈ لاہور سے جاری کیا۔